عورتیں آئندہ نسلوں کو دیندار بنا سکتی ہیں

از

سیدنا حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

عورتیں آئندہ نسلوں کو دیندار بنا سکتی ہیں

(فرمودہ ۱۷ ؍ستمبر ۱۹۵۰ء بمقام احمدیہ ہال کراچی)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

''مجھے افسوس ہے کہ آج پچھلے دو ہفتوں کے متواتر بولنے کی وجہ سے میرا گلا بہت ہی زیادہ بیٹھا ہوا ہے کھانسی بہت شدت کی اٹھ رہی ہے اور میں آج اچھی طرح اپنے خیالات ظاہر نہیں کر سکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ مردوں کو جس قدر مواقع ملتے رہے ہیں اسی نسبت سے عورتوں کیلئے زیادہ سے زیادہ مواقع نکالنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ دین کی ضروریات سے واقف ہوں اور اپنے فرائض سے آگاہ ہوں لیکن عورتوں کا پروگرام میرے یہاں کے قیام کے آخری دنوں میں اتفاقاً آپڑا کیونکہ جب پہلے دن میری تقریر رکھی گئی تھی تو اس دن مجھے نقرس کا ایسا شدید دَورہ ہوا کہ میں چل پھر بھی نہیں سکتا تھا۔مگر بعد میں پروگرام رکھنے کی وجہ سے میرا گلا اتنا ماؤف ہو چکا ہے کہ اب میرے لئے بولنا مشکل ہے۔خصوصاً اِس لئے بھی کہ آج ہی میری ایک تقریر مردوں میں بھی ہو چکی ہے حالانکہ سب کو معلوم تھا کہ میں شدید نزلہ اور کھانسی میں مبتلا ہوں اور بعض دفعہ تو دو دو گھنٹہ تک ایک ہی اُچھو اُٹھتا چلا جاتا ہے اور رات اور دن دوائیاں کھا کھا کر افاقہ ہوتا ہے۔ پس آج کے دن کوئی اَور تقریر نہیں رکھنی چاہئے تھی اور ایسے حالات میں سے مجھے نہیں گزارنا چاہئے تھا کہ میں عورتوں میں بولنے کے قابل نہ رہتا۔مگر یہ آپ کا اور آپ کے خاوندوں یا باپوں کا معاملہ ہے آپ گھر میں نبٹ لیجئے۔ بہرحال آج کے مردوں کے پروگرام نے مجھے بالکل بے بس کر دیا ہے اور گلا اِس قدر زخمی ہے کہ معمولی آواز سے بھی میں بول نہیں سکتا۔ پھر سب سے

بڑی مشکل یہ ہے کہ علاوہ گلے کے ماؤف ہونے کے آواز کے جو پردے ہیں وہ نزلہ کے اثر کے نیچے اِس قدر ماؤف ہو چکے ہیں کہ میری آواز صاف بھی نہیں اور ایسی طرح نہیں نکلتی کہ میرے الفاظ اچھی طرح سمجھے جا سکتے ہوں۔

انسانی پیدائش کی غرض

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ انسان کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا [1] یہ آیت بنی نوع انسان کی پیدائش کے واقعات کو اور اُس کی پیدائش کی غرض کو نہایت مختصر الفاظ میں بیان کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ رَبَّكُمُ اے لوگو! تقویٰ کرو اپنے ربّ کا۔ ناس عربی زبان میں اسی کو کہتے ہیں جس کو اُردو یا فارسی زبان میں آدمی کہتے ہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں جہاں عورتوں میں یہ بیداری پیدا ہوگئی ہے کہ وہ اِس بات کا مطالبہ کرتی ہیں کہ ان کو بھی قومی اور دینی خدمت کرنے کا موقع دیا جائے وہاں وہ ابھی تک اس بات کو نہیں سمجھ سکیں کہ وہ بھی آدمی ہیں۔ ذرا کسی عورت سے کہو کہ تم آدمی ہو تو وہ کہے گی میں کیوں آدمی ہونے لگی آدمی ہوتے ہیں مرد۔ حالانکہ آدمی کے معنی ہیں آدم کی اولاد اور جو آدمی کے معنی ہیں وہی ناس کے ہیں۔ عربی زبان میں جب ناس کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس میں مرد بھی شامل ہوتے ہیں اور عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں۔ اسی طرح اردو میں جب آدمی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس میں مرد بھی شامل ہوتے ہیں اور عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں۔ جب ہم کہتے ہیں آدمی پر یہ فرائض عائد ہیں تو اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ مردوں پر بھی یہ فرائض عائد ہیں اور عورتوں پر بھی یہ فرائض عائد ہیں۔ اسی طرح عربی میں جب ہم کہتے ہیں ناس کا یہ حال ہے تو اِس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ مردوں کا بھی یہی حال ہے اور عورتوں کا بھی یہی حال ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ مَلِكِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ﴿۴﴾ [2]

کہو میں پناہ مانگتا ہوں ناس کے ربّ کی، ناس کے بادشاہ کی، ناس کے معبود کی۔ اب اِس کے یہ معنی نہیں کہ مردوں کے ربّ کی، مردوں کے بادشاہ کی اور مردوں کے معبود کی بلکہ اِس کے یہ معنی ہیں کہ میں پناہ مانگتا ہوں مردوں اور عورتوں کے ربّ کی۔ میں پناہ مانگتا ہوں مردوں اور عورتوں کے بادشاہ کی اور میں پناہ مانگتا ہوں مردوں اور عورتوں کے معبود کی۔ پس ناس عربی میں اور آدمی فارسی میں اور اُردو میں ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ آدمی کا لفظ عربی زبان کا ہی لفظ ہے مگر عام طور پر یہ استعمال نہیں کیا جاتا۔ زیادہ تر ناس کا لفظ ہی استعمال کرتے ہیں لیکن فارسی اور اُردو میں آدمی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ اے مردو اور عورتو! تم پناہ اور ڈھال کے طور پر بنالو اپنے ربّ کو۔ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وہ جس نے تم کو پیدا کیا۔ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ایک ہی قسم کی طاقتوں کے ساتھ، ایک ہی قسم کے جذبات کے ساتھ۔ ایک ہی قسم کے ارادوں کے ساتھ، ایک ہی قسم کی فکروں کے ساتھ، ایک ہی قسم کی اُمنگوں کے ساتھ۔ گویا اِس آیت میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ مرد و عورت جہاں تک نفس کا تعلق ہے برابر ہیں اور ایک ہی اصل پر چل رہے ہیں۔ جس قسم کی باتیں مرد کو غصہ دلا سکتی ہیں ویسی ہی باتیں ایک عورت کو بھی غصہ دلا سکتی ہیں، جس قسم کے سلوک کو ایک مرد ناپسند کرتا ہے ویسے ہی سلوک کو ایک عورت بھی ناپسند کرتی ہے اور جس قسم کے جذبات ایک مرد میں پائے جاتے ہیں ویسے ہی جذبات ایک عورت میں بھی پائے جاتے ہیں۔ پس جہاں تک نفسِ انسانی کا تعلق ہے وہی نفس مرد میں پایا جاتا ہے اور وہی نفس عورت میں پایا جاتا ہے۔ عام طور پر لوگ اِس کے یہ معنی کیا کرتے ہیں کہ اے انسانو! تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تم کو ایک آدمی سے پیدا کیا مگر یہ معنی غلط ہیں۔ نفس کے معنی عربی زبان میں آدمی کے ہرگز نہیں۔ نفس کے معنی جان کے ہیں[۳] اور جان کا لفظ عورت کے لئے بھی بولا جاتا ہے اور مرد کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ نفس کے معنی ہیں سانس لینے والی چیز اور سانس مرد بھی لیتا ہے اور عورت بھی لیتی ہے۔ عربی کا ایک لفظ ہے تنفّس یعنی سانس اپنے اندر کھینچنا۔[۴] اُردو میں بھی کہا جاتا ہے میرے تنفّس میں

خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ مثلاً نزلہ کھانسی یا دمہ کی وجہ سے یا دمہ کو ضیق النفس بھی کہتے ہیں یعنی سانس کی تنگی۔ تو نفس کے معنی اصل میں سانس کے ہوتے ہیں لیکن پھر نفس کے معنی سانس لینے والی چیز کے بھی بن گئے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ اے انسانو! مردو اور عورتو! اپنے خدا کو اپنے لئے ڈھال بنالو اور تمام خرابیوں اور فتنوں سے بچنے کے لئے اس کی پناہ لیا کرو جس نے تم کو ایک سانس لینے والے وجود سے یعنی ایک ہی قسم کی ہستی سے پیدا کیا ہے۔ اب یہاں کسی مرد کا ذکر نہیں، کسی عورت کا ذکر نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ تمام مرد اور تمام عورتیں ایک ہی قسم کی قوتیں اپنے اندر رکھتے ہیں کوئی علیحدہ علیحدہ چیز نہیں ہے۔ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا اور پھر اِس قسم کے اُس نے بہت سے جوڑے پیدا کئے ہیں۔ خَلَقَ مِنْهَا کے معنی ہیں۔ اس قسم کے جوڑے پیدا کئے ہیں۔ یعنی ایک انسانی وجود شروع ہؤا جس میں مرد بھی شامل تھا اور عورت بھی اور ان کے جذبات اور خواہش اور اُمنگیں ایک ہی قسم کی تھیں۔ پھر آگے ان کی نئی نسل سے جو ہزاروں ہزاروں افراد پھیلے وہ بھی کوئی علیحدہ قسم کے نہیں تھے۔ یہ نہیں کہ آدم کے وقت تو وہ ایک قسم کے تھے اور بعد کی نسلوں میں فرق پڑ گیا۔ بعد کی نسلوں میں فرق نہیں پڑا بلکہ ان کے مرد اور عورتیں دونوں ایک ہی قسم کے جذبات رکھتے تھے۔ وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً [ج]۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان جوڑوں میں سے مرد و عورتیں بہت سی پھیلائیں۔ یعنی مرد اپنی ماں اور اپنے باپ کا وارث تھا اور عورت اپنی ماں اور اپنے باپ کی وارث تھی۔ جس طرح مرد نے اپنے باپ کے علاوہ ماں کے جذبات کا حصہ لیا اسی طرح عورت نے اپنی ماں کے علاوہ باپ کے جذبات کا حصہ لیا۔

قرآن کریم کی امتیازی تعلیم

یہ ایک اصول بات قرآن کریم میں بیان کی گئی ہے جس میں اسلام کو باقی تمام مذاہب پر فوقیت حاصل ہے۔ دنیا میں کوئی مذہب ایسا نہیں جس نے یہ بیان کیا ہو کہ عورت اور مرد کے جذبات اور احساسات اور اُمنگیں ایک ہی قسم کی ہیں۔ یہ خیال کر لینا کہ مرد اور قسم کے

ہیں اور عورتیں اَور قسم کی ہیں غلط ہے۔ جیسے ایک عمارت میں اگر کچھ لوگ رہتے ہیں اور اُن کے ہمسایہ میں بعض اَور لوگ ٹھہرے ہوئے ہوں تو یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ اَور قسم کے مرد ہیں اور وہ اَور قسم کے مرد ہیں بلکہ باوجود الگ الگ محلّوں، الگ الگ مکانوں اور الگ الگ شہروں میں رہنے کے ہر شخص سمجھتا ہے کہ تمام لوگ ایک جیسی طاقتیں رکھتے ہیں۔ اسی طرح بے شک عورت اور مرد کے جسم الگ الگ ہیں مگر طاقتیں ایک جیسی ہیں اور اُن کے جسموں کا الگ الگ ہونا ایسا ہی ہے جیسے الگ الگ مکان میں مختلف لوگ رہ رہے ہوں۔ اگر عورت کے جسم میں روح آجائے تو وہ کوئی الگ چیز نہیں بن جاتی بلکہ اُس کے اندر وہی روح ہے جو مرد کے اندر ہے صرف اُس کے جسم کی بناوٹ مرد سے علیحدہ ہے۔ ورنہ اُس کے اندر وہی روح پائی جاتی ہے جو مردوں کے اندر پائی جاتی ہے۔ اب اس بات کو پھیلا کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ یہ ایک بہت بڑی سچائی ہے جو قرآن کریم نے بیان کی ہے۔ تمام چیزیں جو مرد پر اثر کرتی ہیں وہی عورت پر بھی اثر کرتی ہیں۔ مثلاً بچہ پیدا ہوتا ہے تو یہ نہیں ہوتا کہ مرد ہنسنے لگیں اور عورت رونا شروع کر دے یا بھوک پر عورت روٹی کھانے لگے اور مرد فاقہ شروع کر دیں۔ یا باپ مرے تو بیٹے رونے لگ جائیں اور بیٹیاں ہنسنے لگ جائیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا بلکہ باپ کی وفات کا جو اثر بیٹوں پر ہوتا ہے وہی اثر بیٹیوں پر بھی ہوتا ہے۔ اِسی طرح خاوند کی وفات پر جو اثر بیوی پر ہوتا ہے ویسا ہی اثر بیوی کی وفات کا خاوند پر ہوتا ہے۔ آخر وہ کونسی چیز ہے جو ان کو الگ کرتی ہے۔ جہاں تک مکان کا تعلق ہے اِس کا فرق کوئی فرق نہیں۔ فرض کرو ایک شخص ایک انگریزی طرز کی کوٹھی میں رہتا ہے اور ایک پرانے طرز کے محل میں رہتا ہے تو کیا ان دونوں میں فرق ہوگا؟ اِس میں رہنے والے بھی مرد ہیں اور اُس میں رہنے والے بھی مرد ہیں۔ اِسی طرح جسم ایک مکان ہے خواہ جسم مرد کی شکل میں بنا دیا جائے اور خواہ عورت کی شکل میں بنا دیا جائے۔ اس میں رہنے والی بھی روح ہے۔ یہ مضمون ہے جو قرآن کریم بیان فرماتا ہے۔ اور جو دنیا کی کسی اور کتاب میں بیان نہیں کیا گیا۔ اِس سے اللہ تعالیٰ یہ سبق دیتا ہے کہ

خدا کو اپنی ڈھال بناؤ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا فرماتا ہے۔
اے مردو اور عورتو! اُس خدا کو اپنی ڈھال بنالو جس کا نام لے کر دُنیا میں اپنی اغراض پوری کرتے ہو اور جس کے نام کے ساتھ تم لوگوں سے رحم اور انصاف کی اپیل کرتے ہو اور کہتے ہو خدا کے واسطے یہ معاملہ یوں کرو، خدا کے واسطے یہ معاملہ یوں کرو۔ فرماتا ہے جب تم لوگ یہ کہتے ہو کہ خدا کے واسطے ہمارے ساتھ یوں معاملہ کرو تو تم ہماری طاقت اور قوت کا اقرار کرتے ہو۔ لیکن ہم تمہیں یہ کہتے ہیں کہ تم جب انسانوں سے خدا کے نام پر اپیل کرتے ہو تو تم کیوں اُسی خدا کے پاس نہیں جاتے اور اُس سے براہ راست اپنا تعلق پیدا نہیں کرتے جو تمام تکلیفوں کو دور کرنے والا ہے۔ کیونکہ بہرحال انسانوں میں سے بھی بعض ایسے ہوتے ہیں جس کے سامنے اگر خدا تعالیٰ کا نام بھی لیا جائے تو اُن پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ مثلاً دہریہ ہیں۔ اگر ان کے سامنے خدا تعالیٰ کا نام لیا جائے تو وہ ہنستے ہیں۔ اسی طرح بعض سنگدل ڈاکو جب ڈاکہ ڈالتے ہیں یا دشمن کی فوجیں چڑھائی کرتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اگر ان کے سامنے فریاد کی جائے تو کیا وہ چھوڑ دیتے ہیں؟ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ کہیں ڈاکہ پڑا ہو اور لوگوں نے یہ کہا ہو کہ خدا کے واسطے ہمیں چھوڑ دو اور اُنہوں نے چھوڑ دیا ہو؟ یا مثلاً جرمنوں اور انگریزوں کی لڑائی ہو چکی ہے۔ اس لڑائی میں کیا وہ گولیاں چلاتے تھے یا خدا کا نام سن کر اپنے دشمن کو چھوڑ دیتے تھے؟ ان کے سامنے اگر ہزار دفعہ بھی خدا کا نام لیا جاتا تو وہ چھوڑتے نہیں تھے۔ پس بیشک انسان خدا تعالیٰ کا نام لیتا ہے مگر جس طرح اِس نام کا وہ استعمال کرتا ہے وہ غلط ہے۔ صحیح طریق یہ ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کے آگے جُھکے اور بجائے انسان سے یہ کہے کہ تُو خدا کے واسطے مجھے چھوڑ دے وہ خدا تعالیٰ سے ہی کہے کہ اے خدا! تُو اپنی صفاتِ حسنہ سے کام لے کر اور اپنی صفات رحمانیت اور رحیمیت سے کام لیکر مجھ پر رحم کر اور میری مشکلات کو دور فرما دے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کے نام لینے کا غلط طریق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر انسانوں سے اپیل کرتا ہے۔ حالانکہ جس سے وہ اپیل کر رہا ہوتا ہے وہ بعض دفعہ دہریہ ہوتا ہے، بے دین

ہوتا ہے، سنگدل ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ پس اصل طریق یہی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے جائے اور اُس کے سامنے اپنی مشکلات پیش کرے۔

دیکھو اس میں مرد و عورت کا یکساں حق تسلیم کیا گیا ہے یہ نہیں کہا گیا کہ مردوں کی دُعا سُنی جاتی ہے لیکن عورتوں کی نہیں بلکہ فرماتا ہے اے مرد اور اے عورتو! تم میرے نام کو اپنی ڈھال بناؤ اور اپنی ضرورتوں کے وقت مجھے اپنی مدد کے لئے بلاؤ۔ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا فرماتا ہے۔ دنیا میں بہت سے جھگڑے رقابتوں پر چلتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ محبت کا سب سے گہرا تعلق میاں بیوی کا ہوتا ہے اِدھر مرد کی ساری زندگی گزر جاتی ہے عورتوں اور بچوں کی پرورش میں اور اُدھر عورت کی ساری زندگی گزر جاتی ہے مرد کو آرام پہنچانے اور اُس کے کھانے پینے کا خیال رکھنے میں۔ مگر باوجود اِس کے وہ ایک دوسرے کے رقیب ہوتے ہیں۔ ذرا بات ہو تو عورت کہے گی مرد ایسے ہوتے ہیں اور ذرا عورت سے کوئی اختلاف ہو تو مرد کہے گا کہ عورتیں ایسی ہوتی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مثال کے طور پر بیان فرمایا کہ مرد عورت کے لئے ساری عمر قربانی کرتا رہتا ہے، ساری عمر اُس کی ضروریات کو پورا کرتا رہتا ہے مگر کسی دن اُس کی مرضی کے خلاف بات ہو جائے تو وہ کہے گی کہ میں نے تو تجھ سے کبھی کوئی خیر نہیں دیکھی جب بھی تُو نے سلوک کیا بُرا ہی کیا۔[۵] مردوں میں بھی ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ کئی مرد بھی ایسے ہوتے ہیں جو عورت کی تمام قربانیوں کے بعد کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے تو تجھ میں کبھی کوئی خوبی دیکھی ہی نہیں۔ آخر اِس کی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ عورت اور مرد میں مقابلہ کے جذبات پیدا کئے گئے ہیں۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ہمیں یہ نظارہ نظر آتا ہے۔ چونکہ قرآن کریم کی یہ تعلیم کہ مرد اور عورت میں یکساں قوتیں رکھی گئی ہیں ابھی دنیا میں نازل نہیں ہوئی تھی اِس لئے عورت مرد کے خلاف کھڑی ہو جاتی اور مرد عورت کے خلاف کھڑا ہو جاتا اِن دونوں میں خوب مقابلہ ہوتا۔ بیشک جہاں تک محبت کا تعلق ہے ہزاروں لاکھوں گھرانے محبت و پیار سے رہتے تھے اور وہ ایک دوسرے کے لئے قربانی بھی کرتے تھے لیکن جہاں تک زبان کا تعلق تھا، جہاں تک تقریروں کا تعلق تھا، جہاں تک

تحریروں کا تعلق تھا، مرد کہتے کہ ان عورتوں نے یوں کیا اور عورتیں کہتیں کہ اِن مردوں نے یوں کیا۔ اللہ تعالیٰ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اے مرد اور عورتو! یاد رکھو تم ایک دوسرے کے رقیب بنے ہوئے ہو حالانکہ اصل رقیب خدا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ ہم نے جو طاقتیں رکھی ہیں تم اُن کا کس طرح استعمال کرتے ہو۔ ہم نے یہ طاقتیں اِس لئے رکھی ہیں تا کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو اور محبت اور پیار سے زندگی بسر کرو۔ اگر تم آپس میں ہی لڑتے جھگڑتے رہتے ہو تو تمہیں یاد رکھنا چاہئے کہ تم دو نہیں بلکہ ایک تیسرا وجود بھی تمہیں دیکھ رہا ہے جو خدا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں۔ جہاں دو ہوتے ہیں وہاں ایک تیسرا وجود خدا بھی ہوتا ہے۔[۶] پس یہ نہ سمجھو کہ صرف تم ہی ہو بلکہ ہم بھی ہیں۔ اگر تم ہمارے قواعد کو پورا نہیں کرو گے تو ہم بھی تمہارا فیصلہ کرنے کیلئے موجود ہیں۔

عورتوں اور مردوں کی ذمہ داریوں میں فرق

اِس آیت میں جہاں تک قوتوں کا سوال ہے، جہاں تک جذبات کا سوال ہے، جہاں تک افکار کا سوال ہے مردوں اور عورتوں کو برابر قرار دیا گیا ہے۔ اور جب وہ برابر ہیں اور جب ان کی طاقتیں بھی برابر ہیں تو لازماً ان کی خدمتیں بھی برابر ہوں گی گو ان کی نوعیت بدل جائے گی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر مردوں اور عورتوں کی طاقتیں برابر ہیں تو ان کو کام بھی ایک جیسا ہی کرنا چاہئے۔ مگر یہ غلط ہے۔ دنیا میں ایک کالج سے ہی تین نوجوان بی۔ اے کی تعلیم حاصل کر کے فارغ ہوتے ہیں لیکن اس کے بعد ایک انجینئر نگ کی طرف چلا جاتا ہے، ایک وکیل بن جاتا ہے اور ایک اچھا ایڈمنسٹریٹر بن جاتا ہے۔ اب جہاں تک تعلیم کا سوال ہے تینوں کو تعلیم یافتہ قرار دیا جائے گا لیکن ان کی ذمہ داریوں میں فرق ہے۔ اسی طرح عورت اور مرد میں ایک سے جذبات پیدا کئے گئے ہیں مگر ان کی ذمہ داری الگ الگ ہے۔ عورت کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں کو تعلیم دے اور اُنہیں اچھا شہری بنائے۔ اِسی طرح جو فوجی کام ایسے ہیں جن میں عورت زیادہ

بہتر طور پر اپنے فرائض ادا کر سکتی ہے اُن میں حصہ لے۔ مثلاً نرسنگ ہے یہ کام عورت زیادہ بہتر کر سکتی ہے۔

ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ پر تشریف لے جانے لگے تو ایک صحابیہؓ آئیں اور انہوں نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! میں بھی جنگ پر جانا چاہتی ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہاں عورت کیا کرے گی؟ اس نے کہایَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! میں نرسنگ نہیں کر سکتی۔ میں زخمیوں اور بیماروں کی تیمارداری اور ان کی مرہم پٹی کروں گی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا چلو۔[۷] چونکہ عربوں میں یہ رواج تھا کہ وہ مرد کو ہی سپاہی سمجھتے تھے اس لئے جب مال غنیمت تقسیم ہونے لگا تو عورت کا سوال آ گیا۔ اُس زمانے میں سپاہیوں کو تنخواہیں نہیں ملتی تھیں اور انہیں اپنے کھانے پینے کے تمام اخراجات اپنی گرہ سے ادا کرنے پڑتے تھے بلکہ ہتھیار بھی وہ اپنے پاس سے خرید کر استعمال کیا کرتے تھے لیکن اِس زمانہ میں سپاہی کو تنخواہ بھی ملتی ہے اور اسے راشن بھی دیا جاتا ہے اور پھر ہتھیار بھی گورنمنٹ مہیا کرتی ہے۔ غرض اُس زمانہ میں چونکہ سارا خرچ وہ خود کرتے تھے اِس لئے دشمن کی طرف سے جو مال ملتا تھا وہ بعد میں سپاہیوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ چنانچہ جب اموالِ غنیمت تقسیم ہونے لگے تو صحابہؓ نے کہا یَارَسُوْل اللّٰہِ! ایک عورت بھی آئی تھی کیا اُس کا بھی حصہ نکالا جائے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ تو عورت نے جو خدمت کی تھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے تسلیم کیا اور اس کا حصہ نکالا۔ سو اصل کاموں کو قائم رکھتے ہوئے جو بچوں کی پرورش اور ان کی نگرانی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جو زائد کام عورت کر سکتی ہو شریعت نے اِس کی اجازت دی ہے۔ مثلاً تعلیم کو ہی لے لو۔ حضرت عائشہؓ نے اِس میں اتنی ترقی کر لی تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ صحابہؓ سے فرمایا کہ آدھا دین تم عائشہؓ سے سیکھ سکتے ہو۔[۸] آدھے دین کے یہ معنی نہیں کہ ان کو نماز روزہ کے احکام کا زیادہ علم تھا بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مقصد یہ تھا کہ عورتوں کے متعلق جو شریعت کے احکام ہیں وہ حضرت عائشہؓ کو خوب معلوم ہیں۔ چنانچہ جن لوگوں کو عورتوں کے متعلق کوئی مسئلہ پوچھنے کی ضرورت ہوتی تو وہ

حضرت عائشہؓ سے پوچھ لیتے تھے اور اُن کی مشکل حل ہو جاتی تھی۔ غرض عورتوں کے حقوق اور اُن کے فرائض اور کاموں کے متعلق جو معلومات حضرت عائشہؓ کو تھیں وہ مردوں کو بھی نہیں تھیں اِسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حصہ عائشہؓ سے سیکھو کیونکہ عائشہؓ اپنی خِلقت اور بناوٹ کی وجہ سے یہ حصہ زیادہ یاد رکھ سکتی تھیں۔ چنانچہ عورتوں کے متعلق جتنے مسائل ہوتے تھے وہ صحابہؓ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھتے تھے اور دریافت کرتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے بارہ میں کیا مسلک تھا۔ تو تعلیم میں بھی عورتیں ہمیشہ حصہ لیتی رہی ہیں لیکن سب سے بڑا کام جو عورت کے ذمہ لگایا گیا ہے وہ تربیتِ صحیح ہے۔ یعنی اولاد کو صحیح اور سچا مسلمان بنانا۔ بہت سی عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ یہ کوئی کام نہیں حالانکہ اگر ہم غور کریں تو دنیا میں جتنی تباہی آئی ہے آئندہ نسل کی صحیح تربیت نہ کرنے کی وجہ سے ہی آئی ہے۔ اور جب بھی کسی قوم نے ترقی کی ہے آئندہ نسل کے اچھا ہونے کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اور اس کا اگلا قدم تباہی کی طرف اُسی وقت اُٹھا ہے جب اس کی آئندہ نسل خراب ہوگئی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو ہی دیکھ لو۔ تیس سال تک اسلام نے کیسی ترقی کی تھی مگر پھر جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمایا تھا کہ میں نے دیکھا میرے منبر پر سؤر اور کُتّے ناچ رہے ہیں۔[۹] تیس چالیس برس کے بعد ایسے جوان پیدا ہوگئے جن کی ماؤں نے ان کی صحیح تربیت نہیں کی تھی اور وہ ایسے خراب ثابت ہوئے کہ بادشاہ بھی بنے، وزراء بھی بنے، گورنر بھی بنے، علاقوں کے حکمران بھی بنے مگر اسلام سے ان کو اتنی دوری تھی کہ خدا نے ان کو سؤروں اور کُتّوں سے مشابہت دیدی۔ وہ اُس منبر پر بیٹھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا مگر انہوں نے باتیں وہ کیں جو کُتّوں اور سؤروں والی تھیں اور جو اتنی بھیانک اور خوفناک تھیں کہ خود اُن کی اولادوں نے ان کے خلاف نفرت اور حقارت کا اظہار کیا۔ یزید کے مرنے کے بعد جب اس کے بیٹے کو بادشاہ بنایا گیا تو اس نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ اے لوگو! اِس وقت تم میں ایسے لڑکے موجود ہیں جو مجھ سے زیادہ اچھے ہیں اور ایسے لڑکے موجود ہیں جن کے باپ میرے باپ سے زیادہ اچھے

ہیں پس اِن لڑکوں کی موجودگی میں جو مجھ سے زیادہ اچھے ہیں اور اِن لڑکوں کی موجودگی میں جن کے باپ میرے باپ سے زیادہ اچھے ہیں میرا تختِ شاہی پر بیٹھنا مناسب نہیں چنانچہ میں اِس بادشاہت کو چھوڑتا ہوں۔ یہ مسلمانوں کا حق ہے وہ جسے چاہیں دیدیں میں بادشاہت کے لئے تیار نہیں ہوں۔ میرے نزدیک ہمارے باپ دادا نے بھی ظلم کیا تھا اور میں ان ظلموں میں شریک ہونے کیلئے تیار نہیں ہوں۔[10] اُس کی ماں نے جب یہ تقریر سُنی تو اُس نے زور سے اپنے سینے پر ہاتھ مارا اور کہا نالائق تُو نے اپنے باپ دادا کی ناک کاٹ دی۔ اس نے کہا امّاں! میں نے اپنے باپ دادا کی ناک نہیں کاٹی بلکہ جوڑی ہے۔ اِس کے بعد اُس نے اپنے کمرے میں داخل ہو کر دروازے بند کر لئے اور چند روز کے بعد ہی فوت ہو گیا۔ یہ اس کی طبعی فطرت کا اظہار تھا ورنہ ماں نے اسے ضرور خراب کرنے کی کوشش کی ہوگی اور اُس نے ہی تحریک کی ہوگی کہ تو ظلم کو جاری رکھ اور حکومت پر قبضہ کر لے جس پر تیرے باپ نے ظالمانہ طور پر قبضہ کیا ہوا تھا۔

تو ماں کی تربیت ایک نہایت اہم چیز ہے۔ مرد کا کام موجودہ زمانہ کی اصلاح کرنا ہے عورت کا کام آئندہ زمانہ کی اصلاح کرنا ہے۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ اِن دونوں میں کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ بے شک موجودہ کام مرد کرتے ہیں لیکن آئندہ دَور کی تعمیر عورتیں کرتی ہیں۔ اگر عورتوں نے آئندہ نسل کی صحیح تربیت نہیں کی ہوگی اور ایسے قائمقام پیدا نہیں کئے ہونگے جو دین اور تقویٰ سے متاثر ہوں تو مردوں کی تمام کوششیں اکارت چلی جائیں گی۔ پس عورت کی ذمہ داری مرد سے کم نہیں۔ اگر وہ اپنے فرائض کو بھول کر ان کاموں میں حصہ لینا شروع کر دیتی ہے جو مرد کے سپرد کئے گئے ہیں تو اس کا یہ فعل ایسا ہی ہوگا جیسا کسی کو جج بنایا جائے اور وہ ایک سپاہی کو دیکھے کہ وہ دائیں طرف ہاتھ کرتا ہے تو اُس طرف کی کاریں کھڑی ہو جاتی ہیں اور بائیں طرف ہاتھ کرتا ہے تو اُس طرف کی کاریں کھڑی ہو جاتی ہیں تو وہ اِس نظارے سے ایسا متأثر ہو کہ ججی کا کام چھوڑ کر سپاہی کا کام اختیار کرے حالانکہ سپاہی کا کام بہت ادنیٰ ہے۔ بیشک اُس کی شان بڑی نظر آتی ہے کہ وہ اکڑا ہوا کھڑا ہوتا ہے اور سامنے سے کسی رئیس یا جج یا فوج کے اعلیٰ افسر

کی کارآتی ہے تو وہ اُس کے ایک اشارہ پر کھڑی ہو جاتی ہے لیکن حقیقتاً جو جج کی اہمیت ہے وہ سپاہی کی نہیں۔ اسی طرح عورت کو اللہ تعالیٰ نے اگلی نسل کا معلّم بنایا ہے اور یہ ایک بہت بڑا کام ہے جو اس کے سپرد کیا گیا ہے۔

یوں سمجھ لو کہ جیسے فوج میں ایک لڑنے والے ہوتے ہیں اور ایک سیپر مائنز (Sappers and Miners) ہوتے ہیں جو سڑکیں بناتے ہیں، جھاڑیاں کاٹتے ہیں، پہاڑیاں اُڑاتے ہیں، ریلیں بچھاتے ہیں اور فوج کیلئے راستہ صاف کرتے ہیں۔ دنیا کی کسی فوج میں سیپر مائنز کم نہیں سمجھے جاتے۔ ان میں بھی کپتان ہوتے ہیں۔ ان میں بھی میجر ہوتے ہیں، ان میں بھی کرنیل ہوتے ہیں اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر سیپر مائنز نہیں ہوں گے تو فوج لڑ نہیں سکے گی۔ اسی طرح اگر عورتیں اپنی ذمہ داری نہ سمجھیں تو آئندہ نسل کی صحیح تربیت نہیں ہوسکتی۔ اور جب تک آئندہ نسل کی صحیح تربیت نہ ہو اُس وقت تک قومی ترقی نہیں ہوسکتی۔ اگر تابعین کی نسل کی صحیح طور پر نگرانی کی جاتی تو یزید کہاں سے پیدا ہوتا۔ یزید اِسی وجہ سے پیدا ہوا کہ عورتوں نے کہا کہ ہمارا کام ختم ہو گیا ہے۔ جب اُنہوں نے تربیت کی تو صحابہؓ جیسے نیک لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کو بے انتہا فائدہ پہنچایا اور جب اُنہوں نے توجہ ہٹالی تو وہ لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کو بے انتہا نقصان پہنچایا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپؐ کی قوتِ قدسیہ سے اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ اور لاکھوں نیک لوگ پیدا کئے لیکن دوسرے ابوبکرؓ پیدا کرنا عورت کا کام تھا کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر انسان تھے اور انہوں نے ایک دن فوت ہو جانا تھا۔

پس پہلا ابوبکرؓ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کیا لیکن دوسرا ابوبکرؓ ایک عورت ہی پیدا کرسکتی تھی۔ پہلا عمرؓ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کیا لیکن دوسرا عمرؓ ایک عورت ہی پیدا کرسکتی تھی۔ پہلا عثمانؓ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کیا لیکن دوسرا عثمانؓ ایک عورت ہی پیدا کرسکتی تھی۔ پہلا علیؓ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کیا لیکن دوسرا علیؓ تو ایک عورت ہی پیدا کرسکتی تھی۔ اور جب انہوں نے پیدا نہ کیا تو نتیجہ

یہ ہؤا کہ تباہی آ گئی۔ عدل جاتا رہا، انصاف قائم نہ رہا اور چاروں طرف ظلم ہی ظلم ہونے لگا۔ آخر مسلمانوں کی اگلی نسل کیوں بگڑی؟ کیا ان کے بگاڑنے کیلئے جہنم سے شیطان آئے تھے؟ وہ اس لئے بگڑے کہ عورتوں نے اپنی ذمہ داری نہ سمجھی اور انہوں نے اپنی اولاد کو ایسی تعلیم نہ دی جس کے ماتحت وہ اپنے والدین کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہوتے۔

ایک عجیب مثال

ایک عجیب مثال مجھے ہمیشہ ایک واقعہ یاد رہتا ہے جس کا میرے دل پر نہایت گہرا اثر ہے اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح بعض جاہل عورتوں کو بھی یہ احساس ہوتا ہے کہ اُن کی اولاد صحیح راستہ سے منحرف نہ ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک میراثن تھی جسکا اٹھارہ بیس سال کا ایک نوجوان لڑکا عیسائی ہو گیا۔ وہ احمدی نہیں تھی لیکن اُس نے کسی سے سُنا کہ قادیان میں ایک مرزا صاحب ہیں جو عیسائیوں کا بڑا مقابلہ کرتے ہیں۔ وہ لڑکا بڑا پکّا عیسائی تھا مگر وہ اُسے ساتھ لے کر قادیان پہنچی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو گئی۔ اس کے لڑکے کو سِل کا مرض تھا آپ نے اسے قادیان میں رکھا اور حضرت خلیفہ اوّل سے علاج کروایا اور میراثن روزانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کے پاس آتی اور منتیں کرتی کہ آپ دعا کریں اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کو ہدایت دے دے۔ آپ اُسے بلاتے اور سمجھاتے مگر وہ اتنا پکا عیسائی تھا کہ ہر قسم کے دلائل کے باوجود اُس نے عیسائیت ترک کرنے کا نام نہ لیا۔ آخر ایک دن وہ اپنی ماں کو سوتا دیکھ کر رات کے وقت سِل کی حالت میں گیارہ بارہ بجے اُٹھ کر بھاگا تاکہ وہ بٹالہ میں عیسائیوں کے پاس چلا جائے۔ آدھ گھنٹہ کے بعد اُس کی ماں کی آنکھ کُھلی اور جب اُس نے دیکھا کہ اس کا لڑکا بستر پر نہیں تو فوراً اُسے خیال آیا کہ وہ بھاگ گیا ہے۔ چنانچہ وہ اُسی وقت دَوڑی اور آدھی رات کے وقت جنگل میں سات آٹھ میل تک دَوڑتی چلی گئی اور بٹالہ کے قریب پہنچ کر اُس نے لڑکے کو پکڑ لیا اور راتوں رات پھر اسے قادیان واپس لائی۔ اِس واقعہ کا کہ اب تک اُس کے لڑکے کی اصلاح نہیں ہوئی اُسے اتنا صدمہ ہؤا کہ وہ دوسرے دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئی اور رو رو کر التجا کی کہ میرا ایک ہی بیٹا ہے خاوند

میرا مر چکا ہے میں آپ سے صرف یہ درخواست کرتی ہوں کہ آپ کوشش کریں کہ یہ کلمہ پڑھ کر مر جائے۔ مجھے اِس کی زندگی کی خواہش نہیں، اِس کی صحت کی خواہش نہیں مجھے صرف اتنی خواہش ہے کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں نہ مرے۔ جس کرب واضطراب سے اُس نے یہ باتیں کیں اِس کا اثر ہؤا۔ خدا تعالیٰ نے اُس کی دعا سُنی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی دعا فرمائی اور سات آٹھ دن کے بعد اُس کا لڑکا مسلمان ہوگیا اور مسلمان ہونے کے تین چار دن بعد مر گیا۔

اب دیکھو! وہ ایک جاہل عورت تھی مگر اُس کے دل میں یہ درد تھا کہ میں اپنے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے والی اولاد چھوڑوں۔ اگر معاویہ کی بیوی کے دل میں بھی یہی درد ہوتا کہ میں ایسی اولاد چھوڑوں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کرنے والی ہو تو یزید پیدا نہ ہوتا بلکہ سعید پیدا ہوتا۔ مگر اس نے اپنی ذمہ داری نہ سمجھی اور یہ چاہا کہ صرف ایک لڑکا ہو جو میرا نام قائم رکھنے والا ہو اور اُس نے سمجھا کہ گھر کے کام کے علاوہ مجھ پر اور کوئی ذمہ داری نہیں۔

پس عورتیں اگر چاہیں تو وہ دنیا کو مستقل طور پر دین بخش سکتی ہیں، عورتیں اگر چاہیں تو وہ دنیا کو مستقل طور پر ایمان بخش سکتی ہیں اور یہ کام اتنا بڑا ہے کہ نپولین کی فتح یا تیمور کی فتح یا ملکہ الزبتھ کی فتح یا اور بادشاہوں کی فتوحات اس کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہو کر رہ جاتی ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ تم ہمیشہ کیلئے دین قائم کرو مگر یہ کس طرح ہوسکتا ہے جب ہمیشہ کیلئے عورت دین کو قائم کرنے کی جدوجہد نہ کرے۔ اگر عورت فیصلہ کر لے کہ میں نے آئندہ نسل کو پہلوں سے زیادہ دین دار بنانا ہے تو شیطان اس پر کس طرح قبضہ کر سکتا ہے۔ مردوں نے شیطان کا مقابلہ کیا اور ہمیشہ ناکام رہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ صرف ایک نسل کو دین کو دین پر قائم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ صرف عورت ہی ہے جو شیطان کا ہمیشہ کے لیے مقابلہ کر سکتی ہے۔ اگر عورتیں فیصلہ کر لیں کہ ہم نے آئندہ نسلوں کو خادمِ دین بنانا ہے تو شیطان کس کو بگاڑے گا۔ آئندہ نسل پر شیطان کا اثر نہیں ہوتا بلکہ ماں کا اثر ہوتا ہے۔ لیکن ماں اپنی غلطی سے اُسے چھوڑ دیتی ہے اور وہ شیطان کا شکار ہو جاتا ہے۔ پس

اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو۔ یہ کہنا کہ مرد اگر تبلیغ کیلئے امریکہ گئے ہیں تو ہم بھی جائیں، ایک ادنیٰ خواہش ہے۔ سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو ایسے راستہ پر چلاؤ جس پر چل کر وہ پہلوں سے زیادہ دیندار ہوں، پہلوں سے زیادہ قربانی کرنے والے ہوں، پہلوں سے زیادہ ایثار سے کام لینے والے ہوں۔ اگر تم ایسا کرو اور اگلی نسل کی عورتیں اگلی نسل کو بچائیں تو اِس طرح قیامت تک خدا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت قائم ہوسکتی ہے۔ گویا جس کام کو تیرہ سَو سال میں امام ابوحنیفہؒ نہیں کر سکے، امام شافعیؒ نہیں کر سکے، سید عبدالقادر صاحب جیلانیؒ نہیں کر سکے، حضرت معین الدین صاحب چشتیؒ نہیں کر سکے، شہاب الدین صاحب سہروردیؒ نہیں کر سکے عورت اس کو کر سکتی ہے کیونکہ عورت کے ہاتھ میں بچہ ہوتا ہے۔ بچہ بولنا سیکھتا ہے تو اپنی ماں کی گود میں۔ جذبات سیکھتا ہے تو اپنی ماں کے ذریعہ سے۔ فکر کا مادہ اس میں پیدا ہوتا ہے تو ماں کی وجہ سے۔ غرض وہ تمام باتیں عورت سے ہی سیکھتا ہے۔ اگر عورت اِس عزم کے ساتھ کھڑی ہو جائے کہ میں اپنی آئندہ نسل کی اصلاح کروں گی تو جو کام بزرگوں سے نہیں ہوا وہ ہمیشہ ہمیش کیلئے ہوسکتا ہے اور خدا کی بادشاہت اس دنیا میں قائم ہوسکتی ہے جس طرح وہ آسمان پر ہے۔ حضرت مسیحؑ نے نہایت درد سے کہا تھا کہ اے خدا! جس طرح تیری بادشاہت آسمان پر ہے ویسی ہی زمین پر بھی قائم ہو۔ ہر مومن کے دل میں ایسا ہی جذبہ ہونا چاہئے۔ مگر سچ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی بادشاہت آسمان پر تو فرشتوں کے ذریعہ قائم ہے لیکن زمین پر وہ اِسی طرح آسکتی ہے جب عورتیں اُس کو قائم کرنے کا تہیہ کر لیں۔ مرد صرف اپنے زمانہ کی اصلاح کر سکتے ہیں لیکن عورتیں آئندہ نسل کو دین پر قائم کر سکتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو اپنے فرائض کے سمجھنے کی توفیق دے تا کہ خدا تعالیٰ کی بادشاہت کو آپ ہمیشہ ہمیش کیلئے دنیا میں قائم کر دیں۔ اور آپ کے بعد آپ کی بیٹیاں اور پھر بیٹیوں کے بعد اُن کی بیٹیاں قرآن کریم کی تعلیم کو جاری کرنے والی اور اپنے نیک نمونہ کے ساتھ اسلام کو دائمی زندگی بخشنے والی ہوں۔ اَللّٰھُمَّ اٰمِیْنَ

(الازہار لذوات الخمار صفحہ ۸۷ تا ۱۰۰)

۱؎ النساء: ۲ ۲؎ الناس: ۲ تا ۴

۳؎ اقرب الموارد جلد ۲ صفحہ ۱۳۲۸ مطبوعہ بیروت ۱۸۸۹ء

۴؎ المنجد عربی اُردو صفحہ ۱۰۳۵ مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء

۵؎ **بخاری کتاب الایمان باب کفران العشیر (الخ)**

۶؎ **بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب مناقب المهاجرین وفضلهم**

۷؎ **ابوداؤد کتاب الجهاد باب فی المرأة والعبد یحذیان من الغنیمة**

۸؎ موضوعات کبیر ملا علی قاری صفحہ ۷۳ مطبوعہ دہلی ۱۳۴۶ھ

۹؎ **کنز العمال** جز ۱۱ صفحہ ۱۱۷ **کتاب الفتن والاھواء باب فی الفتن و الهرج** مطبوعہ **مؤسسة الرسالة الطبعة الخامسة ۱۹۸۱ء** میں بندروں کا ذکر ہے۔

۱۰؎ تاریخ ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۱۳۰ مطبوعہ بیروت ۱۹۶۵ء